DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 01,(June 2023): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i01.334

عظمت شہزاد
پی ایچ ڈی اسکالر، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور
ڈاکٹر غنچہ بیگم
اسسٹنٹ پروفیسر، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

خالد فتح محمد کے افسانوں میں سماجی حقیقت نگاری

Azmat Shehzad
Ph.D Scholar, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar
Dr. Ghuncha Begum
Assistant Professor, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Social Realism in Khalid Fateh Muhammad's Short Stories

ABSTRACT

Khalid Fateh Muhammad is a prominent writer of current era. He has gained prominence in Urdu fiction due to his unique style, thematic diversity, and technical expertise in the creation of fiction. He has keenly observed the society. This is the reason that his stories are full of psychological and sexual diverse attitude of human beings as well as social conflicts and problems. Being a social realist, he is the spokesman of his age. He has exposed hunger, poverty, greed, unfair distribution of capital, social injustices, and hypocritical attitude of humans in his short stories. In this article, the element of social realism in Khalid Fateh Muhammad's stories is discussed.

Keywords: *Social Realism, Society, Literature, Ethics, culture,*

سماجی حقیقت نگار رومانیت کے برعکس زندگی اور سماج کے حقیقی پہلوؤں کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اسی لیے حقیقت نگاری کے حوالے سے یہ تاثر بھی عام ہے کہ حقیقت نگار معاشرے کے قبیح اور گھناؤنے پہلوؤں کو موضوع بناتے ہوئے تخیل کے زور پر دلچسپ بنا کر پیش کرتا ہے۔ ہر عہد کا ادب اپنے معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے۔ ادب سماج کی علاقائی، جغرافیائی اور تہذیبی و تمدنی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے سیاسی، مذہبی اور سماجی مسائل کو بھی بیان کرتا ہے۔

Received: 13thFeb, 2023 | Accepted: 10th June, 2023 | Available Online: 30th June, 2023
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work *is licensed under a* **Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)**

سماج کی علاقائی، جغرافیائی اور تہذیبی و تمدنی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے سیاسی، مذہبی اور سماجی مسائل کو بھی بیان کرتا ہے۔ ادب ہمیشہ سے ہی عصری رجحانات و نظریات کا عکاس رہا ہے۔ پروفیسر احتشام حسین کے بقول:

> "جدید افسانوی ادب زندگی کی مصوری اور تنقید کرتا ہے جو رہبری اور رہنمائی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کو محض خیالی، سطحی یا معمولی ادب سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ حیاتِ انسانی کی اہم ترین گتھیاں اس میں سلجھائی جاتی ہیں۔ نفسیات کے پیچیدہ معمے بھی اس میں حل ہوتے ہیں۔ امنگوں اور خواہشوں کے متصادم و متضاد طوفان یہیں اٹھتے اور ختم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ انسان جو کچھ ہے وہ یہیں نظر آتا ہے۔"(۱)

اردو افسانے نے آغاز ہی سے داستانوں میں مافوق الفطرت عناصر کے برعکس عام زندگی اور معاشرے کے حقیقی کرداروں کو موضوع بنایا۔ بیسویں صدی کے ربع اول میں جبر و استبداد کے خلاف عالمی سطح پر آواز بلند ہوئی تو اس کے اثرات برصغیر پاک و ہند کے ادب نے بھی قبول کیے۔ یوں اس خطے میں تخلیق کیا جانے والا ادب محض جمالیاتی تسکین تک محدود نہ رہا بلکہ معاشرے کے مسائل کا علمبردار بن گیا۔ اردو افسانہ نگاری کے آغاز ہی میں دو طرح کے اسلوب نظر آتے ہیں، ایک حقیقت نگاری اور دوسرا رومانوی اسلوب۔ ڈاکٹر اعجاز راہی کے بقول:

> "بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے اختتام پر اردو افسانہ یک دم جوان اور توانا نظر آنے لگا۔ جب سماجی حقیقت نگاری کی ایک نئی لہر نے اردو افسانے کو گھیر لیا اور یہیں حقیقت نگاری کے باطن سے سماجی حقیقت نگاری کا نیا اسلوب پیدا ہوا۔"(۲)

یہ بات کافی حد تک درست ہے کہ ادیب سچائی کی تلاش میں بسا اوقات معاشرے کے منفی کرداروں اور رویوں کو منظر عام پر لاتا ہے تاہم سماجی حقیقت نگار انھی بدصورتیوں میں گھری ہوئی حیات کو سنوار کر بھی پیش کرتا ہے۔(۳) اردو افسانے میں سماجی حقیقت نگاری کے حوالے سے منشی پریم چند، غلام عباس، عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی، ممتاز مفتی، منشا یاد کے علاوہ ایک اہم نام خالد فتح محمد کا بھی ہے۔ خالد فتح محمد اکیسویں صدی کے ربع اول کے ممتاز ادیب ہیں۔ اب تک ان کے درج ذیل سات افسانوی مجموعے منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔

۱۔ میں   ۲۔ تانبے کے برتن   ۳۔ جمع تقسیم   ۴۔ داغ داغ اجالا
۵۔ پانچ منٹ کی زندگی   ۴۔ آئینے سے باہر چہرہ   ۷۔ دیواروں کے راز

خالد فتح محمد بہ طور افسانہ نگار اپنے عہد کے ترجمان ہیں۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں فرد اور معاشرے کو موضوع بنایا ہے۔ اکیسویں صدی مادی ترقی کی صدی ہے۔ مادیت پرستی نے انسان سے خلوص و محبت اور قرابت داری چھین لی ہے۔ انسان تمام تر مادی وسائل کے باوجود داخلی سطح پر تنہائی کا شکار ہو چکا ہے۔ خالد فتح محمد اس عہد کے انسان

کے مسائل کا پوری طرح ادراک رکھتے ہیں۔ وہ اکیسویں صدی کے ماحول اور کرداروں کو پوری جزئیات کے ساتھ اپنے افسانوں میں بیان کرتے ہیں۔ اسد ملک کے بقول:

> "خالد فتح محمد کے ہاں فرد کے ساتھ جتنی گہری محبت، وابستگی اور ہمدردی دکھائی دیتی ہے اتنی ہی معاشرے اور معاشرتی خرابیوں پر طنز کی گہرائی بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔ ان کے بیشتر افسانے رجائیت پرستی کا نمونہ ہیں۔ وہ ایک سچے اور دیانت دار تخلیق کار کی حیثیت سے نہ صرف اپنے معاشرے کے مشکوک رویوں پر تنقید کرتے ہیں بل کہ اس کے لیے بساط بھر سفارشات اور لائحہ عمل بھی تجویز کرتے ہیں۔"(۴)

کسی بھی باطنی تجزیے یا داخلی حقیقت کو عیاں کرنے والی ادبی تخلیق اگرچہ نازک اور تہہ دار ہی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی سماجی صورت حال کا پرتو ہوتی ہے۔ وہ سماجی مسائل پر نہ صرف تجزیہ کرتی ہے بل کہ اس کی تنقید اور تفسیر بھی کرتی ہے۔(۵) خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں مرد اور عورت کے باہمی اختلاط کو حقیقت کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ افسانہ "خانۂ سنگ" کا مرکزی کردار احمد حسن ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا بار بار ماضی کے ان ناخوشگوار واقعات کو یاد کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتا ہے جب لڑکپن میں اسے والدہ ہمسایوں کی نوجوان لڑکی کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجتی ہے تاہم کچھ عرصے بعد دونوں میں جنسی اختلاط ہو جاتا ہے اور خاتون حاملہ ہو جاتی ہے۔ وہ احساس گناہ سے معمور ہو کر راہ فرار اختیار کرتا ہے:

> "دیکھو! تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ تمھیں شادی کا کہوں گی اور نہ ہی تم اس بچے کے ذمہ دار ہوگے۔ یہ میرا بچہ ہے اور میں ہی اس کی ذمے دار ہوں۔ احمد حسن کو اچانک آدمی کے سر اور عورت کے دھڑ والی عورت یاد آگئی۔ رخشی اس بچے کی کہیں خود ہی باپ تو نہیں؟ اسے اپنا دم گھٹتے ہوئے محسوس ہوا۔ اس نے لباس پہنا اور رخشی سے بات کیے بغیر بھاگ گیا۔ وہ گھر نہیں گیا، وہ شہر ہی چھوڑ گیا۔"(۶)

مذکورہ افسانے میں انسانی نفسیات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے کہ کہیں بھی مرد اور عورت کا آزادانہ ملاپ ان کے درمیان جنسی تعلق پر منتج ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب آدمی اس طرح کے مسائل کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا۔ معاشرے میں خیر و شر کا تصادم ازل سے موجود ہے۔ انسان احساس جرم تلے دب کر بعض اوقات راہِ فرار اختیار کر لیتا ہے۔ خالد فتح محمد کا افسانہ "تانبے کے برتن" سماجی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ اس افسانے میں مرکزی کردار ایک عورت کا ہے جو گھر میں پڑے سالوں پرانے تانبے کے برتن ردی والے کو دے دیتی ہے۔ یہ برتن اس کی دادی ہجرت کے وقت اپنے ساتھ لائی تھی اور اس نے تاحیات ان برتنوں کو حرزِ جاں بنائے رکھا لیکن اس کی پوتی تانبے کے

برتن اونے پونے بیچ دیتی ہے۔ خالد فتح محمد نے اس افسانے میں تہذیبی بُعد اور نئی نسل کی آباواجداد سے جذباتی عدم وابستگی کو بڑے احسن انداز میں بیان کیا ہے۔

"باورچی خانے کے سٹور روم میں ایک شیلف پر دادی کے تانبے کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ وہ برتن دادی کے جہیز کے تھے اوران کی عمر صدی سے اوپر تھی۔ دادی نے ان برتنوں کو ہجرت کے دوران میں بھی اپنے ساتھ رکھا تھا۔ یہ برتن آج تک استعمال نہیں ہوئے تھے۔ فضل۔۔۔۔۔ تم یہ ردی رکھ لو اور بتاؤ۔۔۔۔۔ اس دفعہ میں تھوڑا سا جھجکی۔ بتاؤ کہ تانبے کے برتن کس بھاؤ خرید و گے۔ اور جواب کا انتظار کیے بغیر میں اندر کی طرف چل پڑی "(۷)

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے متنوع موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ انھوں نے جہاں سماج کے خارجی موضوعات کو اپنے افسانوں کا محور بنایا وہیں پر عائلی زندگی اور اس کے مسائل، خاندانی وراثت کی تقسیم، میاں بیوی کے مابین رنجش، موجودہ عہد میں تیزی سے خاندانی نظام کے بکھرتے شیرازے کو بھی اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ خالد فتح محمد کے افسانے "دھنک" کا ایک کردار اپنی تنہائی، اداسی اور بے بسی کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

"زمین گول ہے اور میں چلتے ہوئے اپنے شہر میں آ گیا۔ شہر اسی طرح تھا جیسا میں دس برس پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔ صرف میرے پرانے شناسا مجھے پہچانتے نہیں تھے اور جو چند ایک میری شناسائی کا دعوی کرتے تھے انھیں میں نہیں پہچانتا تھا یا کسی مصلحت کے تحت پہچاننے سے انکار کرتا تھا۔ چنانچہ جس شہر میں اپنے جاننے والوں کا ایک ہجوم چھوڑ کر گیا تھا وہاں میں اکیلا تھا۔ "(۸)

مشرقی سماج میں عورت شرم وحیا کا پیکر سمجھی جاتی ہے۔ یہاں کے اخلاقی اقدار میں یہ چیز شامل ہے کہ جب عورت رخصت ہو کر جاتی ہے تو اس کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ بہر صورت شوہر کے ساتھ وفا کرے اور خاندان کو پروان چڑھانے میں معاونت فراہم کرے۔ سماج میں خاندان کی بہت زیادہ اہمیت ہے جو باہمی اشتراک سے معاشرتی ڈھانچے کو برقرار رکھتا ہے۔ اختر حسین رائے کے مطابق:

"سماج ایسے افراد کا مجموعہ ہے جو اشتراکی عمل کے لیے یکجا ہوتے ہیں۔ ان افراد کا مقصد یکساں ہونا ناگزیر ہے۔ ہر فرد کی مادی ضرورت کم و بیش ایک جیسی ہوتی ہے اور سماج کی ابتدا اس غرض سے ہوتی ہے کہ ضروریاتِ زندگی کے حصول و تقسیم میں آسانی ہو۔ یعنی سماج کا سنگِ بنیاد انسان کی ضرورت پر ہے۔ "(۹)

خالد فتح محمد نے اپنے افسانوں میں طبقاتی کشمکش کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا بالخصوص امرا طبقے کے معمولات کا پردہ فاش کیا جو بیوی کے ہوتے ہوئے بھی باہر کی عورتوں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ نتیجتاً ان کی ازدواجی زندگی کی ساری ناخوشگواریت عورت کو چپ چاپ برداشت کرنی پڑتی ہے۔ افسانے "چبھن" میں بھی ایک ایسی ہی عورت کی کہانی ہے جس کی شادی ایک ایسے مرد کے ساتھ ہوتی ہے جو ویسے تو فیکٹری کا مالک ہے لیکن باہر کی عورتوں کے ساتھ کھلے عام مراسم رکھتا ہے۔ نتیجتاً اس کی بیوی کرب سے گزرتی ہے اور اولاد کی خاطر سمجھوتا کرلیتی ہے لیکن باپ کے نامناسب رویے کا اثر اس کی اولاد پر بھی پڑتا ہے یوں ایک خاندان مرد کی بے پروائی اور ڈھٹائی کے باعث اذیت ناک انجام سے دوچار ہوتا ہے:

"اس نے فیروز کو یکسر مسترد کر دیا۔ گھر میں دونوں الگ الگ رہنے لگے۔ فیروز کی رکاوٹ کا پردہ چاک ہو چکا تھا۔ وہ گھر کو بہ طور گیسٹ روم استعمال کر رہا تھا۔ شراب، جوا اور عورتیں اس کی زندگی کے اہم اجزا تھے۔ وہ اپنے کاروبار سے بے خبر تھا۔ فیکڑی کے بیشتر فیصلے ساجدہ کرتی لیکن آمدنی کا زیادہ حصہ فیروز ہڑپ کر جاتا۔ ساجدہ کوشش کے باوجود اس بے ایمانی کو نہ روک سکی۔"(۱۰)

خالد فتح محمد حقیقت پسند کہانی نویس ہیں، محبت، اخلاص اور سچائی پر انھیں یقین ہے۔ ان کے اسلوب میں ندرت اور تازگی ہے۔ مشاہدے میں گہرائی و گیرائی ہے۔(۱۱) انھوں نے پنجاب کی ثقافتی اور تہذیبی اقدار کو بھی اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا ہے۔ تیزی سے بدلتے معاشرے میں نیا فرد ثقافتی اور تہذیبی شناخت سے بہرہ ور نہیں۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی اقدار کو کھو رہا ہے۔ خالد فتح محمد کو اس بات کا بہ خوبی احساس ہے اور وہ اپنے افسانوں میں بار بار اس المیے کی نشان دہی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی سلسلے کی کڑی ان کا افسانہ "سلسلہ" ہے جس میں نسل در نسل چلنے والے سلسلے میں پیری مریدی کا روایتی تصور ملتا ہے جو کہ پنجاب میں آج بھی مقبول ہے۔ لوگ باپ دادا کی ہوئی بیعت کو نبھاتے چلے جاتے ہیں۔ اس افسانے میں جعفر خان کا پوتا شیر افگن ہر سال سرکار کے ہاں حاضری کے سلسلے کو بزرگوں کی دقیانوسی روایت خیال کرتے ہوئے توڑ دیتا ہے۔ خالد فتح محمد نے اس افسانے کے کردار "سرکار" کی زبانی یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ روایتیں ثقافتی شناخت کی علامت ہوتی ہیں۔ موجودہ معاشرے کا فرد مادر پدر آزادی چاہتا ہے اور وہ ہر قدیم رسم و رواج کو دقیانوسی خیال کرتا ہے۔ اس افسانے میں یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کی انسان کی بقا اس کی تہذیبی و ثقافتی شناخت برقرار رکھنے میں ہے۔ اس افسانے کا کردار "سرکار" اور شیر افگن کے مابین گفتگو ملاحظہ کیجیے:

"Exterior lines یعنی بیرونی خطوط، وہ بھی مستقل ہیں مگر ہمیں ان سے جدا رہنا ہے۔ وہ ہمارا حصہ تو ہو سکتے ہیں مگر ہماری شناخت نہیں بن سکتے۔ آپ سرکار سوئم نے کہا۔ شیر افگن کی

سمجھ میں بہت سی باتیں آنا شروع ہو گئیں۔ جعفر خاں کا طویل سفر اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ بخت خاں کا زمانہ تو ابھی کل کی بات تھی۔ باپ دادا کی آپ سرکار سے ملاقاتیں تو صرف درگاہ تک محدود رہی تھیں۔"(۱۲)

میتھیو آرنلڈ ادب کو تنقید و تعبیرِ حیات قرار دیتا ہے(۱۳) خالد فتح محمد نے بھی اپنے تمام افسانوں کے موضوعات کو سماجی زندگی سے ہی کشید کیا ہے اور ان کی تخلیقات انسانی زندگی کی تفسیریں پیش کرتی ہیں۔ انھوں نے زندگی کے متضاد پہلوؤں، انسانی رویوں اور نفسیاتی الجھنوں کو پیش کیا ہے۔ ان کا ہر افسانہ زندگی کے معائب و محاسن کی نقاب کشائی کرتا نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں مختلف عمر کے افراد کی نفسیاتی پیچیدگیوں کا احاطہ بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔ خالد فتح محمد کا ہر افسانہ انسانی فطرت کی تفسیر پیش کرتا ہے۔ وہ فرد کی داخلی سطح کا مطالعہ عمیق نظری سے کرتے ہیں۔ دیگر سماجی حقیقت نگار افسانہ نگاروں کی طرح انھوں نے جنسی ناآسودگیوں اور گھٹن کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے تاہم ان کا قلم جنسی موضوعات پر اٹھتے ہوئے اخلاقی اقدار کو پامال نہیں کرتا۔ ان کے کردار اسی معاشرے کے افراد ہیں بالخصوص عورتیں جو مشرقی سماج میں اگرچہ طوائف کے روپ میں بھی موجود ہیں لیکن وہ چاہ کر بھی اس پیشے کو ترک نہیں کر سکتیں۔ اس کی مثال ان کا افسانہ "خلش" ہے جس کا مرکزی کردار "شہناز" ہے۔ جب رضا "شہناز" سے اس کے پیشے سے متعلق سوال کرتا ہے تو وہ کہتی ہے:

"میں دلدل اور فضلے سے نہیں بچ سکتی۔ میں ان کا حصہ ہوں۔ میری نانی کوئی بائی تھیں۔ میری ماں کا نام اللہ وسائی ہے۔ گھر میں شاہنو ہوں اور باہر شہناز۔ نانی اور ماں چکلے میں شام سستی خوشبو لگائے بازو میں گجرے پہن کر گاہک کا انتظار کرتی تھیں۔ وہ مفعول تھیں اسی لیے منتظر تھیں۔ ہم فاعل ہیں اس لیے ڈھونڈتی ہیں لیکن دونوں کا منتہائے مقصود ایک ہی ہے۔"(۱۴)

خالد فتح محمد نے مرد اور عورت کی نفسیات کو بنیاد موضوع بنا کر گہری نفسیاتی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔ محبت اور جنس کے حوالے سے انھوں نے معاشرے میں حقیقی کرداروں کی سچی تصویر پیش کی ہے۔ اس ضمن میں "خانۂ سنگ"، "ٹیس"، "سایوں کا کھیل" اور "دھنک" قابل ذکر افسانے ہیں۔ خالد فتح محمد کے کردار خیر و شر کا مرقع ہیں اور اسی سماج کا حصہ ہیں۔ انھوں نے ہمیں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سماج کی برائیاں افراد میں سرایت کر جاتی ہیں اور مختلف حالات میں انسان کس طرح کا رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ انسانی شخصیت کے تضادات کو بڑے واضح انداز میں بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنے اندر معصومیت کے ساتھ ساتھ حیوانیت اور شر کے جذبات بھی رکھتا ہے اور مخصوص صورت حال میں کوئی بھی رویہ اختیار کر سکتا ہے۔ خالد فتح محمد اس مساعی میں انسان کے لاشعور

تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔وہ کرداروں کے ذہنوں میں اتر کر بھید جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور باطنی سطح پر موجود انسانی کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ ساتھ نیکی اور بھلائی کو منظر عام پر لے آتے ہیں۔وہ اکیسویں صدی کے بدلتے ہوئے ماحول کا پوری طرح ادراک رکھتے ہیں۔موجودہ عہد میں فرد کی افراط و تفریط اور ٹیکنالوجی کے عفریت نے انسان کو تنہا کر دیا ہے۔وہ تمام تر ترقی کے باوجود داخلی سطح پر تنہائی کا شکار ہوتا جارہا ہے اور اس تنہائی نے اسے کرب میں مبتلا کر دیا ہے۔سماجی حقیقت نگاری کے حوالے سے ان کا افسانہ "پانچ منٹ کی زندگی" بڑی اہمیت کا حامل ہے جس کا مرکزی کردار تمام تر آسائشوں کے باوجود اپنے اندر کے خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہتا ہے۔کاروبار کی مصروفیات اور دیگر عیاشیوں کی بدولت اپنی اولاد اور بیوی سے دور ہو جاتا ہے اور بالآخر مکمل طور پر تنہا ہو جاتا ہے۔اتنا سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض پانچ منٹ ہی جی سکا ہے اور وہ اس کے آخری پانچ منٹ ہوتے ہیں جن میں اس کی پوری زندگی سما جاتی ہے۔خالد فتح محمد نے وقت کی بے رحمی کو اس افسانے میں خود کلامی کے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

> "تمہارا آخری وقت آن پہنچا ہے۔تمہارے پاس صرف پانچ منٹ ہیں۔شاید کوئی کمرے سے باہر چلا گیا ہے۔میں لاشعوری طور پر گھڑی کی طرف دیکھتا ہوں۔اس کی سوئیاں چمک رہی ہیں اور اس وقت ایک بج کر پچپن منٹ ہوئے ہیں۔میری عمر پچاسی برس ہے اور پانچ منٹ کے بعد میں مر جاؤں گا۔مجھے دکھ ہوتا ہے کہ میری زندگی کتنی مختصر ہے۔"[۱۵]

خالد فتح محمد کے پیش نظر زندگی کی ایک واضح اور مکمل تصویر پیش کرنا ہے۔انھوں نے اپنے مخصوص اسلوب سے حقیقی زندگی کے صحیح تاثر کو ابھارا ہے۔انھوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے محبت اور انسانی ہمدردی کے جذبات کو بھی بیدار کیا ہے۔ان کے افسانے معاشرتی صداقت اور حقیقت پسندی کے مظہر ہیں۔ان کے ہاں سماج میں پھیلی بے راہ رویوں ،شدت پسندی، بھوک افلاس، طبقاتی کشمکش نفسیاتی اور سماجی تناظر میں مختلف زاویوں سے ملتی ہے۔

خالد فتح محمد کو فنِ افسانہ نگاری پر مکمل عبور حاصل ہے۔ان کے افسانوں میں موضوعات، مواد اور بیانیے کی ہم آہنگی موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی کہانیوں میں گہرا سماجی شعور ملتا ہے جو فرد کی داخلی، جذباتی اور نفسیاتی کیفیت کو بہ طریقِ احسن منظر عام پر لاتا ہے۔وہ ناہموار معاشرے کی عکاسی اس طور کرتے ہیں کہ زندگی کے تمام تر پہلو آشکار ہو جاتے ہیں۔خالد فتح محمد کے افسانوں کے اجمالی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی کہانیوں میں سماجی حقیقت نگاری کے ذیل میں تمام تر پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سید احتشام حسین، ادب اور سماج، ممبئی: کتب پبلشرز لمیٹڈ، ۱۹۴۸، ص ۳۹

۲۔ اعجاز راہی، اردو افسانے میں اسلوب کا آہنگ، راولپنڈی: ریز پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۳

۳۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی و سماجی پس منظر، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۴ء، ص ۳۵

۴۔ اسد ملک، فلیپ، داغ داغ اجالا، گوجرانوالہ: ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷

۵۔ قمر رئیس، تلاش و توازن، دہلی، خرام پبلی کیشنز، ۱۹۶۸ء، ص ۸

۶۔ خالد فتح محمد، تانبے کے برتن، گوجرانوالہ: سانجھ پبلی کیشنز، ط اول، ۲۰۱۴ء، ص ۳۱

۷۔ ایضاً، ص ۴۱

۸۔ خالد فتح محمد، میں، لاہور: عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ط اول، ص ۲۱

۹۔ خالد فتح محمد، جمع تقسیم، گوجرانوالہ: ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۲

۱۰۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور انقلاب حیدر آباد دکن، ادارہ اشاعت اردو، ص ۷

۱۱۔ خالد فتح محمد، داغ داغ اجالا، گوجرانوالہ: ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳

۱۲۔ خالد فتح محمد، جمع تقسیم، گوجرانوالہ: ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۳۸

۱۳۔ سید عبداللہ، اشارات تنقید، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱، ص ۹۹

۱۴۔ خالد فتح محمد، داغ داغ اجالا، گوجرانوالہ: ایم پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۳۵

۱۵۔ خالد فتح محمد، پانچ منٹ کی زندگی، گوجرانوالہ: ادراک پبلی کیشنز، ط اول، ۲۰۰۵ء، ص ۳۵

References in Roman Script:

1. Syed Ehtisham Hussain, Adab Aur Samaj, Mumbai: Kutub Publishers Ltd. 1948, P39
2. Ejaz Rahi, Urdu Afsany Mai Usloob Ka Ahang, Rawalpindi: Rays Publications, 2003, P23
3. Rauf Parekh, Dr. Urdu Nasr Mai Mazah Nigari Ka Siasi o Samaji Pas e Manzar, Karachi: Anjuman e Taraqi e Urdu Pakistan, 1994, P35
4. Asad Malik, Flap, Dagh Dagh Ujala, Gujranwala: M Publications, 2003, P17
5. Qamar Raees, Talash o Tawazun, Dehli: Kharam Publications, 1968, P8
6. Khalid Fateh Muhammad, Tambay Kay Bartan, Gujranwala: Sanjh Publications, V1, 2014, P31
7. Same as above, P41

8. Khalid Fateh Muhammad , Mai, Lahore: Aks Publications, 2019, V1, P21
9. Khalid Fateh Muhammad , Jama Taqseem, Gujranwala: Aim Publications, 2004, P112
10. Akhter Hussain Raipuri, Adab Aur Inqilab, Hyderabad Dakkan: Idara Ashat e Urdu, P7
11. Khalid Fateh Muhammad, Dagh Dagh Ujala, Gujranwala, Aim Publications, 2003, P13
12. Khalid Fateh Muhammad , Jama Taqseem, Gujranwala: Aim Publications, 2004, P38
13. Syed Abdullah, Isharat e Tanqeed, Lahore: Sang e Meel Publications, 2011, P99
14. Khalid Fateh Muhammad, Dagh Dagh Ujala, Gujranwala, Aim Publications, 2003, P35
15. Khalid Fateh Muhammad, Panch Minute Ki Zindagi, Gujranwala: Idraak Publications, V1, 2005, P35